حضرت محمد ﷺ کے معجزۂ معراج اور اسراء کے متعلق سر سید احمد خان کا تصور

مفتی عبد الجبار*

پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد جعفر**

Abstract:

Amongst other miracles of the Prophet Muhammad (PBUH), ISRAA and MAIRAAJ are one of the well-known miracles that have been discussed a lot in Sirat-ul-Nabi. This article, therefore, has brought under discussion the occurrence of this miracle in the light of Qura'n and Ahadith in details. Furthermore, it has also been discussed whether the occurrence of this miracle was physical or spiritual in its nature. The concept of Sir Syed Ahmed Khan regarding this miracle has also been discussed; where he support his arguments with reference to some Ahadith, that the entire situation concerning the miracles was merely a dream and this miracle did not take place in physical form. According to him, this is against the law of nature. In this article the explicit concepts of Sir Syed Ahmed Khan have been rejected with the arguments given by the Majority of the Scholars and Muslim thinkers.

Key Words: *Miracle, Israa, Mairaaj, Dream, Law of Nature.*

تعارف:

اسلام ایک ہمہ گیر اور جامع دین ہے، جس میں کائنات کے ذرے ذرے کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ کائنات کا یہ سارا نظام اللہ کی قدرت کے تابع ہو کر چل رہا ہے، اس میں ہمیں بہت ساری چیزیں عادتِ عام کے موافق ہوتے ہوئے نظر آرہی ہیں، جبکہ بے شمار ایسی چیزیں بھی ہیں جن کا ظاہری سبب و مسبب اور علت و معلول کے قوانین سے کوئی تعلق ہوتا ہوا نظر نہیں آتا، وہ محض قدرتِ الٰہی کے کرشمے ہوتے ہیں، اگرچہ ان کے پیچھے اسباب غیبیہ، جو کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتے ہیں، کار فرما ہوتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات وارشادات اور اُن کے بتائے ہوئے طریقوں کا پابند ہونا چاہیے، اسی میں ہمارے لئے دونوں جہانوں کی تمام کامیابیاں مضمر ہیں۔ جہاں تک عقل انسانی کا تعلق ہے تو اس کی رسائی ناقص ہے، اس سے حاصل کردہ علم نامکمل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عقل ہی کے ذریعے انسان باقی تمام مخلوقات جاندار و غیر جاندار سے ممتاز اور افضل و مشرف ہے، لیکن قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

---

* Khateeb, Directorate of small Industries, Quetta

* * Professor (retired) Deptt: of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta.

﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾[1] "اور تمہیں (ساری انسانیت کو) تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے"۔

مذکورہ بالا موضوع کو زیر بحث لانے کے اسباب و محرکات مندرجہ ذیل ہیں۔

میری ذاتی دلچسپی اس جیسے موضوعات پر تحقیق کرنے کی ہے، کیونکہ تحقیق کے لئے جدت کا ہونا ضروری ہوتا ہے، یعنی ایسا موضوع ہو جس پر کام پہلے نہ ہوا ہو۔ چونکہ ہم ایک ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں، جس میں سر سید احمد خان صاحب کے نام لیوا اور اس کے ساتھ فکری ہم آہنگی رکھنے والے لوگ خاصی تعداد میں ہیں۔ اور اس کی عصری علوم کے حصول کے لئے انتھک جدوجہد اور دو قومی نظریے کو وجود میں لانے اور بالآخر اسی دو قومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان کے قیام کی جدوجہد بے حد متاثر ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں سر سید احمد خان صاحب کے معجزات انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت محمد ﷺ کے معجزہ معراج اور اسراء جن کے وقوع پر قرآن واحادیث مبارکہ شاہد ہیں، کے متعلق تصورات اور دور از کار تاؤیلات کا جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ایک دینی اور اخلاقی فرض سمجھتے ہوئے اس موضوع پر بحث شروع کیا، تاکہ اس کے بارے میں اپنے علم میں بھی اضافہ کر سکوں کہ ان قرآنی معجزات کی اصل حقیقت قرآن واحادیث کی روشنی میں کیا ہے اور سر سید احمد خان نے ان تصورات کو اپنے ذہن میں کیوں جگہ دی اور ساتھ ہی کو قارئین حتی الوسع معجزہ معراج اور اسراء کے متعلق سر سید احمد خان کے تصورات سے آگاہ کیا جا سکے۔

عصر حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی نے نت نئی ایجادات واختراعات اور نئے افکار و نظریات کے مختلف دروازے کھول دیئے، جس سے نئی نسل بے حد متاثر ہوئی اور سر سید احمد خان کے افکار و نظریات کی طرف زیادہ توجہ ہوئی اور اسلاف کے تسلسل سے پہنچے ہوئے اسلامی عقائد میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے، اس لئے مناسب سمجھا کہ اس موضوع پر ایک تحقیقی تنقیدی کام کیا جائے۔

"اسراء" کے لغوی معنٰی شب میں لے جانے کے ہیں، اور اصطلاح میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک براق پر سوار ہو کر حضرت محمد ﷺ کی سیر کو اسراء کہتے ہیں۔

"معراج" عروج سے مشتق ہے جس کے معنٰی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں، اسی لئے سیڑھی کو بھی معراج کہتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے چونکہ اس شب میں ملاء اعلیٰ کی منازلِ طے فرماتے ہوئے سبع سماوات، سدرۃ المنتہیٰ اور اس سے بھی بلند ہو کر آیات اللہ (اللہ کی نشانیوں) کا مشاہدہ فرمایا اور ان واقعات کے ذکر میں آپ ﷺ نے "عُرِجَ بِيْ" کس جملہ استعمال فرمایا جس کے ہیں معنٰی ہے "مجھے چڑھایا گیا" اس لئے اس واقعہ کو معراج سے تعبیر فرمایا۔[2]

قرآن کریم اور واقعۂ معراج:

قرآن عزیز میں اسراء یا معراج کا واقعہ دو سورتوں بنی اسرائیل اور النجم میں مذکور ہے، سورۂ بنی اسرائیل میں مکہ (مسجد حرام) سے بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) تک آنحضرت ﷺ کی سیر کا تذکرہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ﴾[3]

"پاک ہے وہ جو اپنے بندہ کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ جسکے دور کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیوں میں سے دکھلاویں بے شک وہ سُننے والا ہے دیکھنے والا۔"

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ سورہ بنی اسرائیل کی صرف ابتدائی آیت میں یہ واقعہ مذکور ہے، مگر در حقیقت پوری سورۃ اسی عظیم الشان واقعے سے متعلق ہے۔اس دعوے کے لئے ایک صاف اور واضح دلیل خود اسی سورۃ کی وسط میں آیت موجود ہے۔ ملاحظہ ہو!

﴿وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ﴾[4]

"اور نہیں کیا ہم نے اس رویا کو جو تجھ کو دکھلایا مگر آزمائش واسطے لوگوں کے۔"

اور سورہ النجم میں ملاء اعلیٰ کی سیر کا بھی ذکر ہے:

وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی *مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی *وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی *اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی *عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی *ذُوۡ مِرَّۃٍ فَاسۡتَوٰی *وَہُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی *ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی *فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی *فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی *مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی *اَفَتُمٰرُوۡنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی *وَلَقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰی *عِنۡدَ سِدۡرَۃِ الۡمُنۡتَہٰی *عِنۡدَہَا جَنَّۃُ الۡمَاۡوٰی *اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی *مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی *لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی ﴿۱۸﴾[5]

"شاہد ہے ستارہ جبکہ غروب ہو، تمہارا رفیق نہ گمراہ ہوا اور نہ بھٹکا، اور نہ ہی بولتا اپنے نفس کی خواہش سے، یہ نہیں ہے مگر حکم جو اس کو بھیجا گیا ہے، اس کو بتلایا ہے سخت قوتوں والے زور آور (فرشتہ) نے (کہ یہ خدا کی وحی ہے) جو سیدھا بیٹھا اور تھا وہ آسمان کے اونچے کنارے پر، پھر وہ قریب ہوا، پس جھک گیا، پھر رہ گیا (دونوں کے درمیان) دو کمان بلکہ اس سے بھی نزدیک کا فرق، پس خدا نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر وحی نازل فرمائی جو بھی وحی بھیجی، اس (بندے) نے جو دیکھا (اس کے) دل نے جھوٹ نہیں کہا، تو کیا تم اس سے اس پر جھگڑتے ہو جو اس نے خود دیکھا ہے، اور اس کو اس نے دیکھا ہے اُترتے ہوئے ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہٰی کے پاس، اس کے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی، جب چھا رہا تھا اُس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا، بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی، بے شک دیکھے آپ نے اپنے رب کے بڑے نمونے۔"

احادیث اور واقعہ ٔ معراج:

اکثر و معتبر روایات کی رو سے یہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔ واقعہ معراج چونکہ انسانی عقل و فہم سے بالاتر ہے اس لئے اس باب میں صحیح اور مستند روایات کی پیروی ضروری ہے۔ احادیث و سیرت کی کتابوں میں متعدد داد صحابہؓ نے اس

واقعہ کو بیان کیا ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر میں معراج سے متعلق اکثر روایات کو یکجا کر دیا ہے۔ان میں سے صحیح، مرفوع، قوی، ضعیف، موقوف، مرسل، منکر تمام قسم کی روایتیں ہیں۔ مشہور محدث علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ واقعۂ معراج پینتالیس 45 صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔اور پھر اُن کے نام بھی شمار کرائے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مستقلاً یہ واقعہ مذکور ہے۔ صحیحین میں واقعہ معراج کا مسلسل اور مفصل بیان حضرت ابوذرؓ، حضرت مالک بن صعصعہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ان کے علاوہ دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے بھی اس کے بعض اجزاء منقول ہیں۔طوالت کے خوف سے یہاں صرف صحیح بخاری کی ایک ہی روایت پر اکتفا کیا جاتا ہے، جس میں معراج کی تقریباً پوری تفصیل اور اہم اہم جزئیات موجود ہیں۔ملاحظہ ہو:

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالَكٍ عَنْ مَالِكِ ابْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةٍ اُسْرِيَ بِهِ...... الخ

”حضرت انس بن مالکؓ حضرت مالک بن صعصعہؓ انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے اس رات (جس میں آپ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا) کے بارے میں بیان کیا کہ: میں حطیم میں اور روایت میں ہے کہ حجر میں تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا آیا۔اور (لمبائی میں) چیرا۔راوی کہتا ہے کہ میں نے سُنا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ یہاں سے یہاں تک چیرا راوی کہتا ہے کہ میں نے جارود جو میرے پہلو میں تھا اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا کہ گلے کے پاس سے لے کر ناف تک۔ پھر میرے دل کو نکالا۔اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان سے بھر لائے اور میرے دل کو اس سے دھویا گیا۔ پھر بھر دیا۔اس کے بعد واپس اپنی جگہ پر لوٹا دیا۔ پھر ایک (دابہ) چوپایہ لایا گیا جو سفید گدھے سے اونچا اور خچر سے تھوڑا چھوٹا تھا۔ جارود نے اس (حضرت انسؓ) سے کہا کہ وہ بُراق ہے۔ پھر جارود نے کہا اے ابا حمزہ! (حضرت انسؓ کی کنیت ہے) حضرت انسؓ نے کہا جی! وہ بُراق ایک ایک قدم کو اتنی دور دور رکھتا تھا جتنی دور اس کی نگاہ پہنچے۔اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر آسمان دنیا کی طرف پہنچے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانا چاہا، کہا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا! ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ۔ پوچھا: کیا اُن کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے؟ کہا: ہاں! تو کہا گیا خوش آمدید! بہترین آنے والا۔ پھر ہمارے لئے دروازہ کھل گیا، جب میں وہاں پہنچ گیا، وہاں میں نے حضرت آدمؑ کو دیکھا۔ جبرئیلؑ نے کہا: یہ تیرا باپ آدمؑ ہے ان کو سلام کیجئے! پس میں نے اس پر سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا اور مرحبا کہا اور فرمایا آپ میرے بہت ہی پیارے بیٹے اور نیک نبی ہیں۔ پھر مجھے دوسرے آسمان پر چڑھایا۔ پھر دروازہ کھلوانا چاہا، کہا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا! ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ۔ پوچھا: کیا اُن کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے؟ کہا: ہاں! تو کہا گیا خوش آمدید! بہترین آنے والا۔ پھر ہمارے لئے دروازہ کھل گیا، جب میں وہاں پہنچ گیا، وہاں میرے دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحیٰؑ تھے۔ جبریلؑ نے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحیٰؑ ہیں ان دونوں کو سلام کیجئے! میں نے سلام کیا دونوں نے جواب دیا۔ دونوں نے کہا مرحبا! نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر مجھے تیسرے آسمان پر چڑھایا۔ پھر دروازہ کھلوانا چاہا، کہا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا! ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ۔ پوچھا: کیا اُن کی طرف

کوئی بھیجا گیا ہے ؟ کہا: ہاں ! تو کہا گیا خوش آمدید ! بہترین آنے والا۔ پھر ہمارے لئے دروازہ کھل گیا، جب میں وہاں پہنچ گیا، وہاں حضرت یوسفؑ تھے، حضرت جبرئیلؑ نے کہا یہ یوسفؑ ہے ان کو سلام کیجئے ! میں نے اس پر سلام کیا اس نے جواب دیا کہا مرحبا! نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر مجھے چوتھے آسمان پر چڑھایا۔ پھر دروازہ کھلوانا چاہا، کہا گیا کون ہے ؟ کہا جبرئیل، پوچھا ! ساتھ کون ہے ؟انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ۔ پوچھا: کیا اُن کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے ؟ کہا: ہاں ! تو کہا گیا خوش آمدید ! بہترین آنے والا۔ پھر ہمارے لئے دروازہ کھل گیا، جب میں وہاں پہنچ گیا، وہاں حضرت ادریسؑ تھے، حضرت جبرئیلؑ نے کہا یہ ادریسؑ ہے ان کو سلام کیجئے ! میں نے اس پر سلام کیا اس نے جواب دیا کہا مرحبا! نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر مجھے پانچویں آسمان پر چڑھایا۔ پھر دروازہ کھلوانا چاہا ، کہا گیا کون ہے ؟ کہا جبرئیل، پوچھا ! ساتھ کون ہے ؟انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ۔ پوچھا: کیا اُن کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے ؟ کہا: ہاں ! تو کہا گیا خوش آمدید ! بہترین آنے والا۔ پھر ہمارے لئے دروازہ کھل گیا، جب میں وہاں پہنچ گیا، وہاں حضرت هارونؑ تھے، حضرت جبرئیلؑ نے کہا یہ هارونؑ ہے ان کو سلام کیجئے ! میں نے اس پر سلام کیا اس نے جواب دیا کہا مرحبا! نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر مجھے چھٹے آسمان پر چڑھایا۔ پھر دروازہ کھلوانا چاہا، کہا گیا کون ہے ؟ کہا جبرئیل، پوچھا ! ساتھ کون ہے ؟انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ۔ پوچھا: کیا اُن کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے ؟ کہا: ہاں ! تو کہا گیا خوش آمدید ! بہترین آنے والا۔ پھر ہمارے لئے دروازہ کھل گیا، جب میں وہاں پہنچ گیا، وہاں حضرت موسیٰؑ تھے ، حضرت جبرئیلؑ نے کہا یہ موسیٰؑ ہے ان کو سلام کیجئے ! میں نے اس پر سلام کیا اس نے جواب دیا کہا مرحبا! نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر جب میں اس سے گذرا تو وہ رونے لگا۔ اس سے کہا گیا کہ کس چیز نے آپ کو رُلایا؟ فرمایا کہ ایک اللہ کا بندہ جو میرے بعد مبعوث ہوئے، میرے امتیوں سے زیادہ اپنے امتیوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ پھر مجھے ساتویں آسمان پر چڑھایا۔ پھر دروازہ کھلوانا چاہا، کہا گیا کون ہے ؟ کہا جبرئیل، پوچھا ! ساتھ کون ہے ؟انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ۔ پوچھا: کیا اُن کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے ؟ کہا: ہاں ! تو کہا گیا خوش آمدید ! بہترین آنے والا آیا ہے۔ پھر جب میں وہاں پہنچ گیا، وہاں حضرت ابراہیمؑ تھے، حضرت جبرئیلؑ نے کہا یہ تیرا باپ ابراہیمؑ ہے ان کو سلام کیجئے ! میں نے اس پر سلام کیا اس نے جواب دیا کہا مرحبا! نیک بھائی اور نیک نبی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتھیٰ تک اُٹھالے گئے ، جس کے پھل ھجر کے مٹکوں جیسے اور جس کے پتّے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے۔(جبرئیلؑ) نے کہا یہ سدرۃ المنتھیٰ ہے۔ اور وہاں پر چار نہریں تھیں، دو ظاہری اور دو باطنی۔ میں نے کہا اے جبرئیل ! یہ کیا ہے ؟ جبرئیلؑ نے کہا: یہ جو دو باطن نہریں ہیں یہ جنّۃ میں ہیں۔ اور یہ جو دو ظاہری ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر مجھے بیت المعمور تک اُٹھالے گئے۔ پھر میرے پاس دو برتن ایک شراب کا اور ایک دودھ کا لائے گئے، میں نے دودھ کو پسند کر لیا۔ جبرئیلؑ نے کہا یہی فطرت ہے آپ اور آپ کی امۃ اسی (فطرت) پر ہیں۔ اور مجھ پر ایک رات اور دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر میں چھٹے آسمان پر واپس اُترا اور دوبارہ حضرت موسیٰؑ سے ملا۔ انہوں نے نمازوں کی فرضیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا پچاس نمازیں ہر دن۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ! میں نے آپ سے پہلے لوگوں پر تجربہ کیا ہے۔ اور میں نے بنی

اسرائیل پر بہت محنت کی ہے۔اپنے رب کے حضور جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے! تو میں حضور خداوندی میں واپس گیا۔تو دس نمازوں کی کمی منظور ہوگئی۔پھر میں حضرت موسیٰؑ کی طرف لوٹا، موسیٰؑ نے پھر پہلے کی طرح بات کی، میں پھر درگاہ کریمی میں گیا، پھر دس نمازوں کی کمی منظور ہوگئی، پھر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا۔حضرت موسیٰ نے پھر پہلے کی طرح سمجھایا، میں پھر اللہ کے حضور گیا، پھر دس نمازوں کی کمی ہوگئی، پھر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا۔حضرت موسیٰ نے پھر پہلے کی طرح سمجھایا، میں پھر اللہ کے حضور گیا، تو مجھے ہر دن دس نمازوں حکم ہوگیا، پھر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس لوٹ آیا۔حضرت موسیٰؑ نے پھر پہلے کی طرح سمجھایا، میں پھر اللہ کے حضور گیا، تو مجھے ہر دن پانچ نمازوں کا حکم ہوگیا، پھر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا۔حضرت موسیٰ نے کہا کس چیز کے ساتھ امر کئے گئے؟، میں نے کہا ہر دن پانچ نمازوں کا حکم کیا گیا۔حضرت موسیٰؑ نے کہا: آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔اور فرمایا کہ میں نے آپ سے پہلے لوگوں پر تجربہ کیا ہے۔اور میں نے بنی اسرائیل پر بہت محنت کی ہے۔اپنے رب کے حضور جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے رب سے سوال کرتے کرتے شرما گیا، اب میں راضی ہوں اور تسلیم کرلیتا ہوں، پھر جب میں وہاں سے گذرا تو ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ میں نے اپنے فرض کو نافذ (مضبوط) کیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی۔"[6]

معراج جسمانی تھی یا روحانی:

جمہور علماء، فقہاء، متکلمین اور محدثین کی رائے ہے کہ واقعہ معراج اول سے اخیر تک جسمانی اور حالت بیداری میں پیش آیا ہے۔ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ معراج اول سے اخیر تک حالت خواب یعنی بالروح تھا۔سر سید احمد خان بھی اسی گروہ میں سے ایک ہیں۔حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ایک اور رائے قائم کی وہ یہ کہ معراج جسمانی ہوئی تھی اور بیداری میں مگر بجسد برزخی بین المثال والشہادۃ۔[7] اس اختلاف کو قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے" میں اس طرح لکھا ہے:

"پھر اگلے لوگوں اور عالموں کے اسراء کے روحانی یا جسمانی ہونے میں تین مختلف قول ہیں۔ایک گروہ اسراء کا روحانی کے ساتھ اور خواب میں ہونے کا قائل ہے۔اور اس پر بھی متفق ہیں کہ پیغمبروں کا خواب وحی اور حق ہوتا ہے۔معاویہ کا مذہب بھی یہی ہے حسن بصری کو بھی اسی کا قائل بتاتے ہیں۔لیکن اس کا مشہور قول اس کے برخلاف ہے۔اور محمد بن اسحاق نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔اُن کی دلیل ہے خدا کا یہ فرمانا﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾"اور حضرت عائشہ کا یہ قول کہ نہیں کھویا ہم نے رسول اللہ ﷺ کے جسم کو یعنی آپ ﷺ کا جسم مبارک معراج میں نہیں گیا تھا اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ اس حالت میں کہ میں سوتا تھا اور انس کا یہ قول کہ آنحضرت ﷺ اُس وقت مسجد حرام میں سوتے تھے۔پھر معراج کا قصہ بیان کرکے آخر میں کہا کہ میں جاگا اور اس وقت مسجد حرام میں تھا بہت سے اگلے لوگ اور مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ اسراء جسم کے ساتھ اور جاگنے کی

حالت میں ہوئی اور یہی بات حق ہے۔ابن عباس، جابر،انس، حذیفہ، عمر،ابی ھریرہ،مالک بن صعصعہ،ابوحبۃ البدری،ابن مسعود، ضحاک، سعید بن جبیر، قتادہ،ابن المسیب،ابن شہاب،ابن زید، حسن ابراہیم بن مسروق، مجاھد عکرمہ،اور ابن جریج سب کا یہی مذہب ہے۔اور حضرت عائشہ کے قول کی یہی دلیل ہے۔اور طبری،ابن حنبل اور مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کا یہی قول ہے۔ متاٴخرین میں سے بہت سے فقیہ، محدث، متکلم اور مفسر اسی مذہب پر ہیں۔ایک گروہ بیت المقدس تک جسم کے ساتھ بیداری میں جانے اور آسمانوں پر روح کے ساتھ جانے کا قائل ہے۔اُن کی دلیل خدا کا یہ قول ہے:﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا﴾ یہاں اسراء کی انتہاء مسجد اقصےٰ بیان کی ہے۔ پھر ایسی بڑی قدرت اور محمد ﷺ کو بزرگی دینے اور اپنے پاس بلانے سے اُن کی بزرگی ظاہر کرنے پر تعریف کی اور تعجب کیا ہے اور اگر مسجد اقصےٰ سے اور بھی جسم کے ساتھ جاتے تو اس کا ذکر کرنا تعریف کے موقع پر زیادہ مناسب تھا۔[8]

واقعہ معراج اور سر سید احمد خان کا نقطۂ نگاہ:

سر سید احمد خان نے اپنی مشہور کتاب ''الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ''اور اپنی ''تفسیر القرآن''میں واقعۂ اسراء اور معراج کو خواب سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سارا واقعہ خواب میں پیش آیا ہے۔ جتنی تفصیل کے ساتھ سر سید احمد خان نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، کسی اور بحث کو اتنا نہیں چھیڑا ہے۔راقم کی سر سید کی رائے سے اختلاف کے باوجود یہ رائے ہے کہ ایک منصف محقق کے لئے اُن کی رائے قابل مطالعہ، مفید اور علمی بحث ہے اس کو دیکھنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔ سر سید نے جمہور علماء، محدثین و متکلمین کی آراء پر دلائل کے ساتھ جگہ جگہ نقد و جرح کی ہے، پوری بحث کو بالتفصیل یہاں بیان کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ یہاں پر صرف ''مشت نمونہ از خروارے'' سے کام لیا جاتا ہے۔ سر سید لکھتے ہیں:

''معراج کے مقدم واقعات جن پر توجہ کی جاسکتی ہے یہ ہیں۔آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک کا شق کیا جانا،آپ ﷺ کا بُراق پر سوار ہو کر مکہ سے بیت المقدس کو جانا اور وہاں سے آسمان پر تشریف لے جانا۔ وہ واقعات اور مکالمات جو آسمانوں پر پیش آئے۔ مگر مطلق ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان باتوں کی درحقیقت واقع ہونے کا کبھی دعوےٰ کیا ہو۔قرآن مجید سے اور نیز ان روایتوں سے جو راویوں نے معراج کی نسبت بیان کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ مکہ سے بیت المقدس گئے ہیں اور اس روایت کو جس میں شق صدر کا بھی ذکر ہے صحیح مانا جائے تو یہ بھی آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ اُن کا سینہ چاک کر کے اُن کا دل پانی سے دھویا گیا ہے اور اسی خواب میں آنحضرت ﷺ نے اور بھی کچھ خدا کی نشانیاں دیکھیں جس کی تفصیل قرآن مجید میں مذکور نہیں''۔[9]

سر سید احمد خان اپنے دعوے کہ معراج صرف ایک رؤیا(خواب) تھا، صحیح بخاری سے حوالہ کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَاسٍ رضی اللہ عنہ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَمَاجَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیٓ اَرَیْنَاکَ اِلَّافِتْنَۃًلِلنَّاسِ قَالَ ھِیَ رُؤْیَاعَیْنٍ اُرِیَھَا رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَیْلَۃَاُسْرِیَ بِہٖ اِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ۔"[10]

حضرت ابن عباسؓ نے قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر میں "وَمَاجَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیٓ اَرَیْنَاکَ اِلَّا فِتْنَۃًلِلنَّاسِ" کہا کہ یہ آنکھ کا رویا ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس رات دکھایا گیا تھا۔ جب وہ بیت المقدس کو لے جائے گئے تھے۔

سر سید احمد خان نے اور بھی روایات نقل کی ہیں:

قتادہؓ کی روایت میں ہے۔ کہ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چت لیٹے ہوئے تھے۔ حسنؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں مقام حجر میں سوتا تھا۔ انسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوتے تھے اور جب تمام قصہ معراج کا انسؓ بیان کر چکے ہیں، تو اس کی آخر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بیان کئے ہیں کہ "پھر میں جاگ اُٹھا اور میں مسجد حرام میں تھا۔" ام ہانیؓ کی روایت میں ہے کہ معراج کی رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ کر ہم میں سورہے اور فجر کے پہلے ہم نے اُن کو جگایا۔ عبد ابن حمیدؓ کی روایت میں ہے کہ معراج کا حال بیان کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں سوتا تھا" یا یہ کہا کہ "چت لیٹا ہوا تھا" یا یہ کہا کہ "سونے اور جاگنے کے بیچ میں تھا......یہ سب روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ معراج کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ خواب کے واقعات ہیں اور اگر ان روایتوں کی معتبری پر شبہ کیا جاوے تو اتنی بات تو ضرور اس سے ثابت ہوتی ہے کہ اُس زمانہ کے لوگ جب کہ یہ روایتیں لکھی گئیں معراج کے واقعات کو رویا کے واقعات سمجھتے تھے۔"[11]

سر سید احمد خان نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے جو روایات مختصراً ذکر کی ہیں وہ ساری ان کی " تفسیر القرآن" میں تفصیلاً مذکور ہیں۔ وہ مزید دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**اول:** دلالت النص یعنی خدا کا یہ فرمانا کہ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً﴾ یعنی رات کو خدا اپنے بندہ کو لے گیا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خواب میں یہ امر واقع ہوئے تھے جو وقت عام طور پر انسانوں کے سونے کا ہے ورنہ "لَیْلاً" کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی......

دوم: خود اسی سورۃ میں خدا نے معراج کی نسبت فرمایا ہے: ﴿وَمَاجَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیٓ اَرَیْنَاکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ﴾ یعنی ہم نے نہیں کیا اُس خواب کو جو تجھے دکھایا مگر آزمائش واسطے لوگوں کے۔ [سر سید کے نزدیک اس آیت میں رؤیا سے خواب ہی مراد ہے اور دلیل صحیح بخاری میں عبد اللہ ابن عباسؓ کی دو حدیثیں ہے جن میں رؤیا کا ذکر ہے۔ اس کے نزدیک لفظ "عین" جو عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت میں ہے اس معنٰی کو نہیں بدلتا۔ پھر ان دونوں حدیثوں کو بھی ذکر کر کے مزید تصریح کی ہے۔]

سوم: مالک بن صعصعہ اور انس بن مالکؓ کی حدیثیں جو بخاری اور مسلم میں مذکور ہیں اُن سے پایا جاتا ہے کہ معراج کے وقت آپ سوتے

تھے۔[پھر ان حدیثوں کے الفاظ بھی لکھے ہیں۔]

چہارم: معاویہ، حسن، حذیفہ بن الیمان اور حضرت عائشہؓ کا مذہب تھا کہ اسراء یا معراج خواب میں ہوئی ہے۔

پنجم: اگر کسی حدیث میں ایسے امور بیان ہوں جو ایک طرح پر بداہت عقل کے بر خلاف ہوں اور طرح پر نہیں اور اگلے علماء اور صحابہ کی رائیں مختلف ہوں کہ کوئی اس طرف گیا ہو اور کوئی اُس طرف تو بموجبِ اصول علم حدیث کے لازم ہے کہ اُس صورت کو اختیار کیا جاوے جو بداہت عقل کے مخالف نہیں ہے۔"[12]

ایک اور جگہ سر سید احمد خان اُن احادیث کے متعلق جو واقعہ معراج سے متعلق ہیں لکھتے ہیں:

"معراج کے متعلق جس قدر حدیثیں ہیں اُن میں آنحضرت ﷺ کا بجسدہ جبرئیل کا ہاتھ پکڑ کر خواہ بُراق پر سوار ہو کر یا پرند جانور کے گھونسلے میں بیٹھ کر جو درخت میں لٹکا ہوا تھا بیت المقدس تک جانا اور وہاں سے بجسدہ آسمانوں پر تشریف لے جانا یا بذریعہ ایک سیڑھی کے جو آسمانوں تک لگی ہوئی تھی چڑھ جانا خلاف قانون فطرت ہے۔ اور اس لئے ممتنعات عقلی میں داخل ہے اگر ہم اُن کے راویوں کو ثقہ اور معتبر تصور کر لیں تو بھی یہ قرار پائیگا کہ اُن کو اصل مطلب کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلطی ہوئی مگر اس واقعہ کی صحت تسلیم نہیں ہو سکے گی اس لئے کہ ایسا ہونا ممتنعات عقلی میں سے ہے۔ اور یہ کہہ دینا کہ خدا میں سب قدرت ہے اُس نے ایسا ہی کر دیا ہو گا جہال اور ناسمجھ بلکہ مرفوع القلم لوگوں کا کام ہے نہ اُن کا جو دل سے اسلام پر یقین کرتے ہیں اور دوسروں کو اُس مقام پر یقین دلانا اور اعلائے کلمۃ اللہ چاہتے ہیں۔"[13] سر سید "الخطبات الاحمدیہ" میں لکھتے ہیں کہ:

"معراج کی نسبت جس چیز پر کہ مسلمانوں کو ایمان لانا فرض ہے وہ اس قدر ہے کہ پیغمبر خدا نے اپنا مکہ سے بیت المقدس پہنچنا ایک خواب میں دیکھا اور اسی خواب میں اُنہوں نے در حقیقت اپنے پروردگار کی بڑی نشانیاں مشاہدہ کیں۔ خواہ وہ شخص اُن نشانیوں کو لامعلوم نشانیاں کہے خواہ اُن نشانیوں کے دیکھنے سے عمدہ ترین احکام وحی کا ہونا مراد لے۔ مگر اس بات پر یقین رکھنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے جو خواب میں دیکھا یا جو وحی ہوئی یا انکشاف ہوا وہ بالکل سچ اور برحق ہے۔[14]

جمہور کے دلائل:

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اپنی کتاب "قصص القرآن" میں جمہور علماء کی رائے کو درست سمجھتے ہوئے فہرست کی شکل میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ: قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ بغیر کسی تاؤیل کے بصراحت یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اسراء اور معراج کا واقعہ بجسد عنصری اور بحالت بیداری پیش آیا ہے مولانا سیوہارویؒ نے جن آیات کو بطور دلیل پیش کیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

1: سورۂ بنی اسرائیل کی آیت "اسری بعبدہ" میں اسراء کے متبادر معنٰی وہی ہے جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت لوطؑ سے متعلق آیات میں ہیں یعنی بحالت بیداری اور بجسد عنصری رات میں لے چلنا۔ وہ دو آیتیں یہ ہیں:

پہلی آیت: ﴿قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَھْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ﴾ [15]

"فرشتوں نے کہا: لوط! ہم تو تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے(فرشتے) ہیں۔ یہ تجھ تک ہر گز نہیں پہنچ پائیں گے۔ پس تو اپنے لوگوں کو کچھ رات گئے (یہاں سے) لے نکل۔"

یہ آیت ﴿فَاَسْرِ بِاَھْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ﴾ [16] میں بھی موجود ہے۔

دوسری آیت: ﴿وَلَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ﴾ [17]

"اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ پر وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا"

اور سورۂ شعراء میں ہے: ﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ﴾ [18]

"اور ہم نے موسیٰ پر وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جا۔ تمہارا تعاقب ضرور کیا جائے گا۔"

اور یہی آیت سورۂ دخان میں بھی موجود ہے۔

ان تمام آیت میں لفظ"اسراء" کا جس طرح اطلاق کیا گیا ہے اس سے دو حقیقتوں پر روشنی پڑتی ہے ایک یہ کہ "اسراء" اس سیر اور اس چلنے کو کہتے ہیں جو رات میں پیش آئے اس لئے دن یا شام کے چلنے پر "اسراء "کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ "سری یا سراء" کا ان تمام آیات میں روح مع جسد پر اطلاق ہوا ہے...... یہ نہ خواب کی شکل میں تھا اور نہ روحانی طور پر اور نہ رؤیا کشفی کے طریقے پر بلکہ روح مع جسد کے تھا۔]"

(2) آیت ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ﴾ میں "رؤیا" بمعنیٰ عینی مشاہدہ ہے نہ کہ خواب یا روحانی رؤیت اور لغت عرب میں رؤیا کے یہ معنیٰ مجازی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

(3) آیت ﴿اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ میں قرآن نے اس وقعے کو اقرار وانکار کی شکل میں ایمان وکفر کے لئے معیار قرار دیا ہے اور اگرچہ انبیاءؑ کے روحانی مشاہدے یا خواب پر بھی مشرکین و منکرین کا انکار وجود ممکن اور ثابت ہے لیکن تبادر یہی ظاہر کرتا ہے کہ واقعے کی عظمت وفخامت کے پیش نظر منکرین کا انکار اس لئے شدید سے شدید تر ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے اس واقعے کو عینی مشاہدے کی طرح بیان فرمایا ہے۔

(4) سورۃ النجم کی آیت ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾ میں رؤیت جبرئیل نہیں بلکہ واقعۂ اسراء کا مشاہدۂ عینی مراد ہے۔ اور اس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ آنکھ نے جو کچھ دیکھا قلب نے ہو بہو اس کی تصدیق کی۔

(5) صحیح حدیث میں ہے کہ جب مشرکین نے اس واقعے کے انکار پر حجّت قائم کی کہ اگر یہ صحیح ہے تو رسول اکرم ﷺ بیت المقدس کی موجودہ جزئی تفصیلات بتائیں کیونکہ ہم کو یقین ہے کہ نہ انہوں نے بیت المقدس کو کبھی دیکھا ہے اور نہ بغیر دیکھے جزئی

تفصیلات بتائی جاسکتی ہیں تب رسول اکرم ﷺ کے سامنے سے بیت المقدس کے درمیانی حجابات من جانب اللہ اُٹھا دیے گئے اور آپ ﷺ نے ایک ایک چیز کا مشاہدہ کرتے ہوئے مشرکین کے سوالات کے صحیح جوابات مرحمت فرمائے جن میں مسجد کی بعض تعمیری تفصیلات تک زیر بحث آئیں، یہ دلیل ہے اس امر کی کہ مشرکین سمجھ رہے تھے کہ آپ ﷺ اسراء کو بحالت بیداری اور بجسد عنصری ہونا بیان فرمارہے ہیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان کے خیال کی تردید نہیں فرمائی بلکہ اس کی تائید کے لئے معجزانہ تصدیق کا مظاہر فرما کر ان کو لاجواب بنادیا۔

(6) ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بسند صحیح منقول ہے کہ قرآن مجید میں مذکور ''رؤیا'' سے مراد رؤیا عین ہے نہ کہ خواب یا روحانی مشاہدہ۔

(7) آیت:﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ﴾ میں مذکور ہے کہ واقعہ اسراء اور جہنم کے اندر سینڈھ کے درخت کا موجود ہونا اور آگ میں نہ جلنا یہ دونوں واقعے اقرار و انکار کی صورت میں ایمان و کفر کے لئے آزمائش ہیں پس جبکہ جہنمیوں کی غذا کے لئے ایک مادی خاردار درخت کا موجود ہونا، سرسبز شاداب رہنا اور آگ سے نہ جلنا مشرکین کے انکار کا سبب ہوا، بلاشبہ اسراء کے واقعے میں بھی آزمائش کا پہلو یہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کس طرح زمان و مکان کی قیود کو توڑ کر بجسد عنصری و بحالت بیداری وہ سیر کرلی جس کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل اور والنجم میں ہے اور صحیح احادیث میں ہے اور یقیناً مشرکین نے اس کا انکار کیا جس کے رد میں قرآن نے اس کو﴿إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ کہہ کر اس قدر اہمیت دی ورنہ تو انبیاء علیہم السلام کے روحانی مشاہدات اور خواب کے واقعات کا انکار تو ان کے لئے ایک عام بات تھی۔

(8) اسراء کا واقعہ جب پیش آیا تو صبح کو رسول اکرم ﷺ نے جن صحابہ کی محفل میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا وہ سب باتفاق یہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بجسد عنصری بحالت بیداری پیش آیا مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اور اس کے برعکس ذیل کے قائلین میں حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ کے اسماء گرامی ہیں جن کا اسلام یا حرم نبوی سے تعلق اس واقعہ سے برسوں بعد مدینہ کی زندگی پاک سے وابستہ ہے اس لئے واقعہ کے ایام میں موجود اصحاب کا قول ہے۔

(9) حضرت عائشہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا جو مسلک جمہور کے خلاف منقول ہے وہ بلحاظ درجہ روایت و صحت سند نہ صرف مرجوح بلکہ مجروح ہے اس لئے اول تو ان بزرگوں کی جانب اس قول کا انتساب ہی درست نہیں اور بالفرض صحیح بھی ہو تو جمہور کے مسلک کے مقابلہ میں ہر حیثیت سے مرجوح ہے۔[19]

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ بھی معراج نبوی کو جسد عنصری کا سفر قرار دیتے ہیں۔ وہ اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں واقعہ معراج کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ: ''سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی سے بیان کی ابتدا کرنا خود بتارہا ہے کہ یہ کوئی بہت بڑا خارقِ عادت واقعہ

تھا جو اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت سے رونما ہوا۔ ظاہر ہے کہ خواب میں کسی شخص کا اس طرح کی چیزیں دیکھ لینا، یا کشف کے طور پر دیکھنا یہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اسے بیان کرنے کے لئے اس تمہید کی ضرورت ہو کہ تمام کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو یہ خواب دیکھایا یا کشف میں یہ کچھ دکھایا۔ پھر یہ الفاظ بھی کہ "ایک رات اپنے بندے کو لے گیا" جسمانی سفر پر صریحاً دلالت کرتے ہیں۔ خواب کے سفر یا کشفی سفر کے لئے یہ الفاظ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتے۔"[20]

حوالہ جات

---

[1]بنی اسرائیل85:17

[2]سیوٗہاروی، مولانا محمد حفظ الرحمٰن، قصص القرآن، لاہور، المیزان ناشران وتاجران، 2011ء، حصہ 4، ص461

[3]بنی اسرائیل1:17

[4]بنی اسرائیل60:17

[5]النجم53:1-18

[6]بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج1، ص548

[7]الدھلوی، شاہ ولی اللہ، حُجۃ اللہ البالغہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، سن ندارد، ج2، ص365

[8]قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، پشاور، مکتبہ شان اسلام، سن ندارد، ص126

[9]سر سید احمد خان، الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ، ص402

[10]بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج2، ص550

[11]سر سید احمد خان، الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ، ص402-403

[12]سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، ص1160-1165

[13]سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، ص1196

[14]سر سید احمد خان، الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ، ص428

[15]ھود۸۱:۱۱

[16]الدخان۲۳:۴۴

[17]طٰہٰ۷۷:۲۰

[18]الشعراء۵۲:۲۶

[19]سیوٗہاروی، مولانا محمد حفظ الرحمٰن، قصص القرآن ، ج2، حصہ 4، ص469-470

[20]مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1982ء، ج2، ص589